(۱۶)

استقلال، ہمت اور قربانی کی روح پیدا کرنے کی ضرورت

(فرمودہ ۲۷- اپریل ۱۹۳۴ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے پچھلے جمعہ، جماعت کو تبلیغ کی طرف توجہ دلائی تھی اور جو ہدایتیں میں نے دی تھیں ان کے مطابق کام کرنے کیلئے قاضی محمد اسلم صاحب جو یہاں کی جماعت احمدیہ کے مقامی امیر ہیں انہوں نے جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے، جماعت کے کئی اجلاس کئے ہیں اور ایک اجلاس اس نظام کے متعلق مجھ سے مشورہ کرنے کیلئے میری موجودگی میں بھی کیا گیا جو تجاویز تبلیغ کیلئے کی گئی ہیں وہ اپنی ذات میں مَیں سمجھتا ہوں اتنی مؤثر ثابت ہو سکتی ہیں اور اتنے مفید نتائج پیدا کرنے والی بن سکتی ہیں کہ چند مہینوں میں ہی خدا تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کے عمدہ پھل جماعت حاصل کر سکتی ہے۔ لیکن، اور یہ لیکن ایک بہت بڑا لیکن ہے، تجاویز کچھ کام نہیں کیا کرتیں بلکہ درحقیقت وہ روح کام کیا کرتی ہے جو کام کرنے والوں کے اندر موجزن ہوتی ہے۔ مجھے ان تجاویز کے متعلق اور ان کے خوشگوار نتائج کا خیال کرتے ہوئے وہ لطیفہ یاد آجاتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کے متعلق بیان فرمایا کرتے تھے جو کام کرنے کا ارادہ تو کرتے ہیں مگر عملی رنگ میں کام کر کے دکھاتے نہیں۔ آپ فرمایا کرتے کوئی امیر تھا جو بہت ہی سُست اور غافل تھا۔ قدرتی طور پر اس کے نوکر بھی اسی سے اثر قبول کرتے اور وہ بھی اپنے کاموں میں سہل انگاری دکھاتے۔ عام طور پر آس پاس رہنے والے کُتّے بلیاں اپنے پیٹ اس امیر کے باورچی خانہ سے بھرتے تھے۔ ایک دفعہ اُس نے اخراجات کی زیادتی

دیکھ کر جب اپنے اخراجات کا جائزہ لیا تو اسے معلوم ہوا کہ بہت سی چیزیں ضائع ہو جاتی ہیں خصوصاً باورچی خانہ کے متعلق اسے معلوم ہوا کہ وہ کھلا ہے اور کُتّے بلیاں آکر چیزیں خراب کرجاتی ہیں تب اس نے سختی سے حکم دیا کہ باورچی خانہ کو دروازہ لگادیا جائے اور پھاٹک ہمیشہ بند رہاکرے تا کوئی جانور اندر نہ آسکے۔ لطیفہ یوں ہے کہ جب پھاٹک لگا تو سارے کُتّے رونے لگے کہ اب تو ہم بھوکے مرجائیں گے۔ وہ مل کر رو ہی رہے تھے کہ کوئی عمر رسیدہ کتّا وہاں آپہنچا۔ اُس نے پوچھا کیابات ہے؟ وہ کہنے لگے آج تک تو جب ہمیں بھوک لگتی' اس امیر کے باورچی خانہ میں چلے جاتے اور کھا پی آتے مگر اب وہاں دروازہ لگا دیا گیاہے اور ہمارے لئے اندر داخل ہونے کا کوئی امکان نہیں اب ہم بھوکے مرجائیں گے۔ وہ کہنے لگا یہ بیوقوفی کی بات ہے بیشک پھاٹک تو لگ گیا مگر اسے بند کون کرے گا؟ جس شخص کو اپنے مال کی اتنی بھی فکر نہ ہو کہ ملازموں کی نگرانی کرے اور جن ملازموں کے دل میں اپنے مالک کی اتنی خیرخواہی بھی نہ ہو کہ وہ اس کے مال کی حفاظت کریں ایسا آقا کب دیکھے گا کہ اس کے نوکر دیانتداری سے کام کرتے ہیں یا نہیں اور ایسے نوکر کب اس امر کا خیال رکھیں گے کہ پھاٹک کُھلا رہتا ہے یا بند۔

حقیقت یہ ہے کہ محض نیت یا سامان کی موجودگی سے فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ نیت کے بعد سامانوں کے استعمال سے صحیح نتیجہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ اگر چھ مہینہ یا سال کے بعد مجھے دوبارہ یہاں آنے کا موقع ملے اور جب میں تبلیغی حالات دریافت کروں تو مجھے معلوم ہو کہ ابھی آپ لوگ مشورے ہی کررہے اور سوچ رہے ہیں کہ کیونکر کام کریں تو یہ تجاویز کیونکر مفید پھل پیدا کرسکتی ہیں۔ پس میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خالی تجاویز کام نہیں دیا کرتیں بلکہ جو چیز کامیاب کیا کرتی ہے وہ استقلال ہے۔ یہ استقلال ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو عارف بناتی ہے' استقلال ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو عالم بناتی ہے اور استقلال ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کا مقرب بناتی ہے۔ جب استقلال نہ رہے تو ساری چیزیں خوابِ پریشاں ہوکر رہ جاتی ہیں اور کچھ فائدہ نہیں دے سکتیں۔ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے مگر آج ہمارے لئے وہ پھل کیوں پیدا نہیں ہوتے جو پہلوں کیلئے پیدا ہوئے حالانکہ جب تک استقلال سے قرآن مجید پر عمل نہ کیا جائے وہ پھل کیونکر پیدا ہوں جو پہلے لوگوں کیلئے پیدا ہوئے۔ ایک دھوبی جتنے پانی سے کپڑے دھولیتا ہے اس سے لاکھ گُنا زیادہ پانی بھی اگر قطرہ قطرہ کرکے دو سال تک کسی کپڑے پر ٹپکاتے رہو۔

یا اس طرح قطرہ قطرہ کرکے دریا بھی بہا دو تب بھی کپڑا صاف نہیں ہوگا لیکن اگر استقلال کے ساتھ چند سیر پانی میں اچھی طرح کُوٹ کاٹ کر کپڑا دھویا جائے تو تھوڑی دیر میں ہی صاف ہوجاتا ہے۔ پس بے استقلالی اور بے ربطی کے ساتھ کام کرنا طاقت کو ضائع کرنا ہوتا ہے۔ اگر آپ لوگوں نے اسی طرح کام کیا کہ کبھی جوش آیا تو ہفتہ میں چار چار دفعہ جماعت کے اجلاس کرلئے اور جوش مِٹا تو مہینوں اجلاس منعقد کرنے کا خیال ہی نہ آیا۔ یا اجلاس کا انتظام کیا گیا تو کسی نے کہہ دیا میری بیوی بیمار ہے، کسی نے کہہ دیا میری بہن بیمار ہے، کسی نے کہہ دیا مجھے دفتر میں کام زیادہ ہے اور اس طرح کسی نے ایک اور کسی نے دوسرا بہانہ بنا کر جماعت کے اجلاس میں شمولیت نہ کی تو کوئی نتائج برآمد نہیں ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لئے فرمایا کرتے تھے اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ یعنی استقامت کرامت سے بھی زیادہ اہمیت رکھنے والی چیز ہے کیونکہ کرامت خدا کی طرف سے آتی ہے اور جو چیز خدا کی طرف سے آئے وہ آسان ہوتی ہے۔ مگر استقامت بندے نے پیدا کرنی ہوتی ہے اور بندے کا اپنے اندر کوئی خوبی پیدا کرنا مجاہدہ چاہتا ہے۔ پس آپ نے فرمایا تم اس حصہ کو بھاری اور مشکل سمجھتے ہو جو خدا سے تعلق رکھتا ہے حالانکہ مشکل حصہ وہ ہے جو بندے سے تعلق رکھتا ہے۔ لوگ سوال کرتے رہتے ہیں۔ خدا بولتا کیسے ہے، الہام کس طرح ہوا کرتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مشکل بات ہے حالانکہ اگر انسان اپنے اندر الہام نازل ہونے والی کیفیت پیدا کرلے تو خدا اس سے بول سکتا ہے۔ پس اس کا مطلب یہ ہے کہ استقامت اہم اور زیادہ مشکل ہے کیونکہ یہ بندے سے تعلق رکھتی ہے لیکن خدا کیلئے کرامت دکھانا بالکل آسان ہے۔ ہاں استقامت جو کرامت کو جذب کرنے والی ہوتی ہے، مشکل ہے۔

لوگوں میں یہ ایک عام مرض ہے کہ وہ مستقیم نہیں ہوتے بلکہ ڈانواڈول رہتے ہیں۔ کبھی نماز کا خیال آیا تو ساری ساری رات پڑھتے رہے اور جب نماز چھوڑی تو مہینوں اس کا خیال تک نہ آیا، دعائیں مانگنے پر آئے تو ماتھے گِھسنے لگے اور جب خیال ہٹا تو تکلیف میں بھی خدا یاد نہ آیا۔ یہ حالت کبھی اچھے نتائج پیدا نہیں کرسکتی بلکہ اچھے نتائج کیلئے ضروری ہے کہ انسان مستقیم ہو۔ رسول کریم ﷺ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا، یَارَسُوْلَ اللّٰہ! اعمال میں سے بہتر عمل کون سا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا خَیْرُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُھَا[1]۔ یعنی اعمال میں سے بہتر وہ ہے جس پر مداومت اختیار کی جائے۔ خود آپ ؐ کی ایک بیوی کا ہی واقعہ ہے کہ ایک دفعہ

جب آپ گھر گئے تو دیکھا چھت سے رسّی لٹک رہی ہے۔ آپ ؐ نے پوچھا یہ رسّی کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا یہ میں نے اس لئے لٹکائی ہے کہ جب میں تہجد پڑھا کرتی ہوں تو بعض دفعہ نیند آجاتی ہے، اس رسّی سے سہارا لے لیا کروں گی۔ آپ ؐ نے فرمایا خَيْرُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا یا خَيْرُ الْعِبَادَاتِ کا لفظ استعمال فرمایا۔ یعنی اپنے نفس پر بوجھ وہ ڈالو جس کو ہمیشہ نبھا سکو اور ہمیشہ کیلئے جس بوجھ کے اُٹھانے کی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتے، اُسے مت اُٹھاؤ۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ اس مسئلہ کا بھی غلط استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنی قربانی کم سے کم کرتے چلے جائیں گے اور جب اُن سے پوچھا جائے گا کہ قربانی کم سے کم کیوں کرتے ہو تو کہہ دیتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے خَيْرُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا یعنی بہتر عمل وہ ہے جس پر مداومت اختیار کی جاسکے چونکہ زیادہ قربانی پر مداومت نہیں ہوسکتی، اس لئے قربانی کم سے کم کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی انہیں اپنی حالت پر قرار نہیں ہوتا اور وہ اپنی قربانی کو اور کم کردیتے ہیں پھر اَور کم یہاں تک کہ اُن کی حالت اُس شخص کی سی ہوجاتی ہے جس نے اپنے بازو پر شیر کی تصویر گُدوانی چاہی مگر گودنے والا جب سوئی مارے تو کہے۔ یہ عضو نہ بناؤ اس کے بغیر بھی شیر بن جائے گا۔ آخر اس نے سوئی رکھدی اور کہا کسی ایک عضو کے نہ ہونے سے تو شیر کی تصویر بن سکتی ہے مگر جب شیر کا کوئی عضو بھی گودنے نہیں دیا جاتا تو شیر کیونکر بنے۔ ایسے لوگ ہمیشہ اپنی کمزوری کے ماتحت قربانیوں سے بچنے کیلئے نئے رستے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اس قسم کی احادیث سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ چونکہ قربانیوں پر دوام ضروری ہے، اس لئے قربانی میں کمی کرنی چاہیئے تا اس پر دوام ہوسکے۔ پھر اس میں بھی کمی کرتے جاتے ہیں حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ پر کسی قربانی یا عبادت کا اتنا بوجھ نہ ڈالو جو نفس کی طاقت سے بڑھ کر ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ جتنا تمہارا بیمار نفس قربانی کرنے کی خواہش کرے، اس پر مداومت رکھو بلکہ یہ مطلب ہے کہ جتنا انسانی نفس ایک عبادت یا قربانی برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اتنی عبادت اور قربانی کرو۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک شخص کو جو مالی قربانیوں میں کمزور تھا، دوسرے نے نصیحت کی تو وہ جواب میں کہنے لگا قرآن مجید میں آتا ہے لوگ سوال کرتے ہیں خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ قُلِ الْعَفْوَ؂ یعنی جو بچ رہے وہ خرچ کرو۔ جب بچتا ہی کچھ نہیں تو خدا کی راہ میں کیا دیں۔ اب اگر اس آیت کے یہی معنی لئے جائیں تو اس آیت کا یہ مطلب ہوگا کہ آجکل اسلام کیلئے کچھ بھی خرچ نہ کیا

جائے کیونکہ آجکل فضول خرچیوں کے اس قدر دروازے کُھل چکے ہیں کہ اگر دس کروڑ روپیہ آمدنی ہو تو بھی اس میں سے کچھ نہیں بچ سکتا حالانکہ اس آیت کے بعض نے یہ بھی معنی کئے ہیں کہ جتنا بچ سکے وہ خدا کی راہ میں دو۔ یہ نہیں کہ فضول خرچیاں کرتے چلے جاؤ اور پھر کہو اس کے بعد جو بچ رہے گا' وہ دیں گے۔ فضول خرچی کے بعد روپیہ نے کیا بچنا ہے اور آجکل تو روپیہ خرچ ہونے کے اتنے طریق نکل آئے ہیں کہ بچنے کی امید ہی نہیں ہوسکتی۔ دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں جب ڈاکٹر کسی مریض سے کہتا ہے کہ غذا کم کرو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اتنی کم کرو کہ فاقہ کر کرکے معدہ خراب کرلو بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ معدہ پر بوجھ نہ ڈالو۔ پس جب میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے اعمال میں استقامت پیدا کرو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ایسے اعمال اپنے ذمہ ڈالو جو کرسکتے ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اپنی طاقت سے بھی کم عمل کرو اور دلیل یہ دو کہ چونکہ مداومت اختیار کرنی ہے' اس لئے تھوڑے سے تھوڑا کام اپنے ذمہ لینا چاہیئے۔ ایک پیاسے کو پانی کا ایک قطرہ فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اگر ایک لوٹا بھر کر اُسے پلا دیا جائے تو وہ بھی اس کے معدے کو ضُعف پہنچائے گا۔ پس افراط اور تفریط دونوں راہوں سے بچو۔ جن لوگوں نے تبلیغ کے سلسلہ میں اپنے اپنے ذمہ کام لیا ہے' وہ نہ تو اتنا کام لیں جو ان کی طاقتِ برداشت سے باہر ہے اور نہ اتنا کم لیں کہ طاقت ان میں اس سے زیادہ ہو ورنہ اس صورت میں بھی ان کے دلوں پر زنگ لگ جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں اس طریق پر غور کرکے اور سوچ سمجھ کر اگر جماعت کے لوگ کام کریں گے تو تھوڑے ہی دنوں میں اس کے خوشگوار نتائج نکلنے شروع ہوجائیں گے اور چونکہ کام کرنے کے نتیجہ میں ایک عادت بھی ہوجائے گی اس لئے کام آسان دکھائی دے گا۔

تبلیغ کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ بھی عُذر پیش کردیا کرتے ہیں کہ ہمیں وقت نہیں ملتا حالانکہ اگر ان کے وقت کا جائزہ لیا جائے' تو دو دو گھنٹے وہ دوستوں کے ساتھ بکواس پر ضائع کردیتے ہیں۔ میں ایسے لوگوں کی لسٹ بتا سکتا ہوں جن کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ جب میں یہاں پہنچوں وہ فوراً میرے ملنے کیلئے پہنچ جاتے ہیں حالانکہ بیوی بچے ان کے بھی ہوتے ہیں' وہ بھی ملازم پیشہ یا تاجر ہوتے ہیں' انہیں بھی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں مگر وہ ضرور پہنچ جائیں گے' ملیں گے دعا کیلئے تحریک کریں گے یا اور کوئی ضروری بات ہو تو وہ دریافت کریں گے۔ پس درحقیقت انسان اپنے نفس کیلئے بہانے بھی تلاش کرسکتا ہے اور نفس پر بوجھ بھی ڈال سکتا ہے

اور جب تک انسان اپنے آپ پر ذمہ داری نہ ڈال لے اور کام کرنے کی عادت پیدا نہ کرے' تکلیف محسوس ہوتی ہے لیکن جب عادت ڈال لی جائے تو بوجھ محسوس نہیں ہوتا بلکہ کام کرنا غذا کی طرح ہوجاتا ہے اور بجائے کبیدگی یاملال محسوس کرنے کے بشاشت محسوس ہوتی ہے اور جب بشاشت پیدا ہوجائے تو بوجھ نہیں رہتا بلکہ کام کرنا اسی طرح لذت بخش ہوجاتا ہے جس طرح انسان اپنے بیوی بچوں سے ملنا یااور ضروری فرائضِ منصبی سرانجام دیتا ہے۔

پس احباب کو میں یہ نصیحت کرنا چاہتاہوں کہ وہ اپنے فرائض کی بجاآوری میں استقلال سے کام لیں۔ نہ تواپنے کاموں کواتنا کم کریں کہ ان کے دلوں پر زنگ لگ جائے نہ اتنا زیادہ کریں کہ وہ انہیں کرہی نہ سکیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض کو تبلیغ کرنے کی عادت ہوجاتی ہے اور یہی چیزانہیں سب چیزوں سے زیادہ مرغوب نظرآتی ہے۔ اگر مجلس میں باتیں ہورہی ہوں تو تبلیغی باتوں سے ہی انہیں دلچسپی ہوگی۔ ذرا کوئی اور بات چھیڑی جائے فوراً انہیں اباسیاں آنی شروع ہوجائیں گی۔ میری مجلس میں ہی کئی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ بعض کے متعلق دیکھا ہے کہ اِدھراُدھر کی باتیں ہوتی رہیں تو بڑے متوجہ رہتے ہیں ذرا مذہب کی بات چلے تو انہیں اباسی آنی شروع ہوجاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے' اگر انسان عادت ڈال لے تو وہی کام اس کے سُکھ اور آرام کا موجب ہوجاتا ہے اوراسی کی طرف قرآن مجید نے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًاوَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا[3] میں اشارہ کیا ہے۔ جب تک یہ حالت نہ ہو کہ کام میں بشاشت پیدا ہوجائے اُس وقت تک کامیابی نہیں ہوسکتی۔ میں امید کرتاہوں کہ جماعت ان امور کی طرف توجہ کرے گی۔ لاہور مرکز ہے اس صوبہ کا جسے خداتعالیٰ نے اشاعتِ اسلام کیلئے چُنا ہے۔ پس دوست اپنے اندر چستی پیدا کریں' استقلال' ہمت اور قربانی کی روح پیدا کریں اور خداتعالیٰ کے دین کے کاموں میں اس سے بڑھ کر لذت محسوس کریں جتنی اپنے بیوی بچوں یااور ضروری کاموں میں محسوس کرتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام دوستوں کو ان کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے بعد ہی صحیح نیکی اور تقویٰ پیدا ہوتاہے جس کے نتیجہ میں انسان خداتعالیٰ کاقُرب حاصل کرسکتاہے۔

(الفضل ۳۔ مئی ۱۹۳۴ء)

---

[1] بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومة علی العمل میں یہ الفاظ آئے ہیں اَنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا

[2] البقرة:۲۲۰

[3] النّٰزِعٰت:۲،۳